قاری محمد رمضان مرحوم و مغفور

فضیلۃ الشیخ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ

کم وبیش چالیس برس قبل کی بات ہے کہ میں ایک عزیز کی شادی پر بورے والا گیا۔ وہاں چونتیس' پینتیس برس کے ایک صحت مند جوان سے ملاقات ہوئی۔ پورا قد' بھرا ہوا گداز جسم' چوڑا چہرہ' سرخی مائل گندمی رنگ' کشادہ سینہ' موٹی آنکھیں' کھلی جبین' نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ خود ہی اپنا تعارف کرایا کہ میرا نام محمد رمضان ہے۔ اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں بچوں کو قرآن مجید حفظ کراتا ہوں۔ قریب کھڑے ہوئے ایک شخص نے لقمہ دیا۔ ان کا نام قاری محمد رمضان ہے یعنی نام کے ساتھ ''قاری'' کا لفظ لگا ہے۔ پھر بات کچھ آگے بڑھی تو معلوم ہوا کہ ہم دراصل انہی کے بڑے بھائی عبداللہ کے گھر آئے ہیں۔

قاری محمد رمضان صاحب سے مل کر اور ان سے ہم کلام ہو کر بڑی مسرت ہوئی۔ وہ نرم لہجے میں بات کرتے تھے اور دوران گفتگو میں ان کے چہرے پر مسکراہٹ طاری رہتی تھی پتا چلا کہ وہ کئی سال سے جامعہ سلفیہ کے شعبہ تحفیظ القرآن سے منسلک ہیں اور بہت سے بچے ان سے قرآن مجید حفظ کر چکے ہیں۔

تقسیم ملک کے وقت اگست 1947ء میں محمد رمضان کی عمر پانچ چھ سال کی ہوگی اور ان کے بزرگ ریاست بیکانیر کی سکونت ترک کر کے بورے والا (ضلع وہاڑی) میں آبسے تھے۔ ......محمد رمضان نے مولانا عبداللہ گورداس پوری مرحوم سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ لیکن ان سے انہوں نے کون کون سی کتابیں پڑھیں اور کتنا عرصہ پڑھتے رہے۔ اس کا کچھ پتا نہیں۔ قرآن مجید کہاں حفظ کیا اور قرأت و تجوید کا فن کن صاحب سے سیکھا' اس کے متعلق بھی کچھ معلوم نہیں۔

تقسیم ملک سے پہلے پنجاب کے اہل حدیث حضرات کا تعلق ارادت اور تعلق تعلم زیادہ ترلکھوی اور غزنوی علمائے کرام سے تھا۔ اس مسلک سے وابستہ لوگ حصول تعلیم کے لیے اپنے

بچوں کو بالعموم جامعہ محمدیہ لکھوکے میں یا مدرسہ غزنویہ امرتسر میں بھیجتے تھے۔ 1947ء کے بعد جامعہ محمدیہ لکھوکے سے اوکاڑہ میں منتقل ہو گیا تھا۔ اس کے ناظم مولانا معین الدین لکھوی تھے بورے والا میں تھوڑی بہت ابتدائی تعلیم کے بعد محمد رمضان نے اوکاڑے کا عزم کیا اور جامعہ محمدیہ میں داخل ہو گئے، لیکن کب داخل ہوئے اور کن حضرات مدرسین سے کون کون سی کتابیں پڑھیں؟ اس کا علم نہیں ہو سکا۔

جامعہ محمدیہ کے معروف ترین مدرس استاذ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی مرحوم و مغفور تھے جو لکھوکے میں بھی خدمت تدریس سرانجام دیتے رہے تھے۔ انہوں نے 26 فروری 1952ء کو وفات پائی۔ ان کے زمانہ تدریس میں تو محمد رمضان یہاں نہیں آئے ہوں گے اگر آئے ہوں گے۔ تو ان سے کچھ نہیں پڑھا ہو گا اس لیے کہ اس وقت یہ بہت کم عمر تھے اور بالکل ابتدائی کتابوں کے طالب علم تھے۔

حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کے علاوہ حافظ عبداللہ بڈھیمالوی' مولانا محمد عبدہ الفلاح' مولانا ہدایت اللہ ندوی اور بعض دیگر اساتذہ بھی جامعہ محمدیہ میں خدمت تدریس پر مامور رہے۔ مولانا عبداللہ امجد چھتوی کا بھی طویل عرصے تک جامعہ محمدیہ میں قیام رہا۔ حافظ شفیق الرحمٰن لکھوی بھی استاذ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ممکن ہے ان حضرات سے قاری صاحب ممدوح نے تعلیم حاصل کی ہو' لیکن وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ بیان یہی کیا جاتا ہے کہ وہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے فارغ التحصیل ہوئے تھے......

ہمارے اکثر قدیم دور کے مدارس دینیہ کا یہ عجیب معاملہ ہے کہ نہ ان کے اساتذہ کرام کا پتا چلتا ہے کہ کون کون ان میں مصروف درس و تدریس رہے اور نہ اس بات کا صحیح طور سے سراغ ملتا ہے کہ کن علماء نے کن حضرات سے تعلیم حاصل کی اور کس سال مروجہ نصاب کی کتابوں سے فراغت پائی۔ فراغت کے بعد وہ جن مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ یاد رہے ہیں ان مدارس میں بھی ان کی تعلیم کے بارے میں مکمل ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے مفصل حالات اور پورے تعلیمی کوائف سے ہم آگاہ نہیں ہو